نشری تقریر

ڈاکٹر اسرار احمد

قرآن کا دُوسرا اہم نام

'الفُرقَان'

قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ کلام میں متکلّم کی جُملہ صفات کا عکس موجود ہوتا ہے۔ بقول علاّمہ اقبال مرحوم ؎

مثلِ حق پنہاں وہم پیداست اُو　　　زندہ و پائندہ و گویاست اُو

یعنی ذاتِ حق تبارک کی طرح اس کا کلام یعنی قرآن مجید بھی ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اور زندہ و پائندہ بھی ہے اور گویا و متکلّم بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اور قرآن حکیم کے ناموں کے بارے میں بھی بعینہٖ یہی صورت پائی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ کے ناموں کا ویسے تو احاطہ ممکن ہی نہیں ہے، اس لیے کہ از روئے قرآن تمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں۔ (قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ بنی اسرائیل : ۱۱۰) تاہم قرآن وحدیث میں جو ننانوے ۹۹ نام اللہ کے وارد ہوتے ہیں وہ سب کے سب بالاتّفاق صفاتی ہیں، سوائے ایک نام یعنی 'اللہ' کے، جس کے بارے میں دو رائیں پائی جاتی ہیں، یعنی یہ کہ بعض حضرات کے نزدیک یہ بھی صفاتی نام ہے جو 'اِلٰہ' پر لامِ تعریف داخل کرنے سے بنا ہے۔ جب کہ بعض محقّقین کے نزدیک یہ اسمِ جامد ہے اور خالقِ ارض و سماء کا اسمِ ذات یعنی 'عَلَم' ہے ـــــ بالکل اسی طرح قرآن مجید کے نام بھی بعض علماء نے تو نوّے ۹۰ تک گنوا دیئے ہیں، جبکہ ثقہ علماء مثلاً علاّمہ ابوالمعالیؒ نے پچپن ۵۵ گنوائے ہیں، اور یہ سب کے سب صفاتی نام ہیں، جن میں سے چھ نہایت اہم اور اساسی نوعیّت کے حامل ہیں۔ یعنی القرآن، الفرقان، الذکر، الھُدیٰ، الکتٰب، التنزیل۔ اور ان میں سے بھی ایک نام تو وہ ہے جو تقریباً اسمِ عَلَم کے درجے کو پہنچ گیا ہے یعنی 'القرآن' ـــــ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کم از کم اِکسٹھ بار اسے اسی نام سے موسوم کیا ہے۔

باقی ناموں میں ہر اعتبار سے اہم ترین اور موزوں ترین نام الفرقان ہے۔

فرقان فرق سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں دو یا دو سے زائد چیزوں کو اس طرح جدا جدا کر دینا کہ وہ بالکل ممیّز ہو جائیں اور ان کے مابین کسی گھپلے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ فرقان، فُعلاں کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے یعنی حق و باطل اور صحیح و غلط کے مابین فرق و امتیاز کے اعتبار سے آخری حد کو پہنچی ہوئی چیز۔ یہ ایک باطنی وصف اور وہبی ملکہ بھی ہو سکتا ہے، یعنی یہ کہ کسی شخص میں اللہ تعالیٰ حق و باطل کے مابین تمیز کرنے کی استعداد کو انتہائی درجے تک پہنچا دے۔ جیسے سورۃ الانفال میں فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا (یعنی اے اہل ایمان اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے اندر وہ باطنی بصیرت پیدا فرما دے گا جس سے تم کھرے اور کھوٹے کے مابین پوری تمیز کر سکو گے!)[1]

اسی طرح کوئی واقعہ بھی اس کیفیت کا حامل ہو سکتا ہے کہ اُسے الفرقان قرار دیا جائے، جیسے کہ غزوۂ بدر جس میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی کیفیت انتہائی شدّت کو پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ قرآنِ حکیم نے یوم بدر کو یوم الفرقان قرار دیا۔

قرآن مجید کتب سابقہ کی عظمت کے بیان میں بھی ہرگز بخل سے کام نہیں لیتا۔ چنانچہ اس نے دو مقامات پر تورات کو بھی الفرقان قرار دیا ہے۔ جیسے سورۃ البقرہ میں فرمایا: وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۝ (اور یاد کرو جب ہم نے عطا فرمائی موسیٰؑ کو کتاب اور فرقان تاکہ تم ہدایت پاؤ) یا جیسے سورۂ انبیاء میں فرمایا: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ۝ (اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو عطا فرمائی فرقان اور روشنی اور اہلِ تقویٰ کے لیے یاددہانی!) یہ اس لیے کہ اپنے دَور کے ظروف و احوال اور اپنے زمانۂ نزول میں انسانی فہم و شعور کی سطح کے اعتبار سے یقیناً تورات بھی حق و باطل میں تمیز کے ضمن میں فیصلہ کن تھی۔ البتہ یہ نکتہ غور طلب ہے کہ ان دونوں مقامات پر الفرقان کا لفظ اس طور سے آیا ہے کہ اس کی مرادِ واحد لازماً تورات نہیں ہے۔ بلکہ یہ امکان موجود ہے کہ اس لفظ کا مصداق وہ معجزات ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے۔ لیکن کلامِ الٰہی میں خود قرآن مجید کے لیے یہ لفظ اس شان کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ اس کے مصداق کے بارے میں دو رایوں کا کوئی امکان ہی نہیں ہے

---

[1] حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے یہ باطنی وصف ودیعت فرمایا تھا اور اسی باطنی وصف کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فاروق کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔

اور اس سے مراد قطعی اور متعیّن طور پر صرف اور صرف قرآن مجید ہے۔ چنانچہ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز جو خود اسی نام یعنی الفرقان سے موسوم ہوئی' ان پُرشکوہ الفاظ سے ہوتا ہے: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ط (یعنی بڑی ہی بابرکت ہستی ہے جس نے اپنے بندے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر الفرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے خبردار کرنے والا بن جائے۔) ظاہر ہے کہ یہاں الفرقان کا لفظ متعیّن طور پر قرآن مجید کے لیے آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کا وصف قرآن حکیم میں اپنے نقطۂ عروج یعنی Climax پر پہنچ گیا ہے' بایں طور کہ وہ مجسّم الفرقان بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے نزول کا ذکر اس قدر پُرشکوہ انداز میں ہوا کہ بہت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اسے نازل فرمایا۔ اور اس کا عبدِ کامل ہے وہ جس پر وہ نازل ہوا۔ گویا ایک طرف اُس ذاتِ ستودہ صفات کی برکات کا ظہور بھی اس کتابِ حکیم کے نزول کے ضمن میں انتہائی شدّت کو پہنچ چکا ہے' جس نے اسے نازل فرمایا۔ اور دوسری طرف عبدیّتِ کاملہ کا ظہور بھی اس مقدّس ہستی کی صورت میں سامنے آگیا ہے جس پر یہ نازل کیا گیا' یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' جنہیں سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ الکہف کی ابتدائی آیات کی طرح اس سورۂ مبارکہ کی اس پہلی آیت میں بھی عَبْدُهُ قرار دیا گیا' یعنی اللہ کی عبدیّتِ کاملہ کا مظہرِ اتمّ و اکمل۔ اگرچہ ہم اُن کی عبدیّت کو اپنی عبدیّت پر قیاس نہیں کر سکتے' بقول علّامہ اقبال ؂

عبد دیگر' عبدہٗ چیزے دگر ۔۔۔ ما سراپا انتظار' اُو منتظر!

اِن تینوں کمالات یعنی اللہ کی برکات کے کمال کا ظہور بہ شکلِ نزولِ قرآن' کلامِ الٰہی کی صفتِ فرقانیّت کا ظہورِ کامل بصورتِ الفرقان اور عبادتِ الٰہی کے نقطۂ عروج کا اظہار بصورتِ شخصیّتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کا منطقی نتیجہ ہے کہ: رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البیّنۃ) کے مصداق اب یہ رسولِ کامل و اکمل' فرقانِ کامل یعنی قرآن مجید کے ساتھ تمام جہانوں یا جہان کی تمام اقوام و ملل اور تا قیامِ قیامت جملہ ادوار و زمن کے لیے امام و ہادی' داعی و مبلّغ' شاہد و شہید' مربّی و مزکّی اور فی الجملہ تمام دُنیوی و اُخروی خطرات اور خدشات سے خبردار کرنے والے بن گئے ہیں۔

فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا كَثِيرًا ۝

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝